مطبوعات

قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر (بزبان انگریزی) از مولانا عبد الماجد دریا بادی ناشر: تاج کمپنی، لاہور
جلد اول از سورۂ فاتحہ تا سورۃ النسا بڑی تقطیع۔ صفحات ۴۱۹۔ قیمت درج نہیں۔ طباعت کا معیار بلند۔

کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا کام یونہی بہت مشکل ہوتا ہے لیکن اس مشکل کا اندازہ اُس صورت میں کرنا بہت دشوار ہے جب کلام الٰہی کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا مسئلہ درپیش ہو اور دوسری زبان بھی ایسی جو عربی زبان سے نہ صرف قواعد کے اعتبار سے مختلف ہے بلکہ اندازِ بیان کے نقطۂ نظر سے بھی بالکل الگ اور جدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کے جس قدر انگریزی تراجم بازار میں ملتے ہیں۔ اُن میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ ان ترجمہ کرنے والوں میں بعض تو وہ لوگ شامل ہیں جو عربی سے بالکل نابلد ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو عربی تو جانتے ہیں لیکن اپنے سینے میں اسلام کے متعلق کینہ و حسد کی آگ رکھتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن کے افکار و تصورات یکسر باطل ہیں اور اس بنا پر وہ قرآن پاک کا ترجمہ اور تشریح اس انداز سے کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات تک مسخ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ایک مدت سے اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اللہ کا کوئی ایسا بندہ اٹھے جو ایک طرف انگریزی اور عربی پر قدرت رکھتا ہو اور دوسری طرف قلب و نظر کے اعتبار سے مومن ہو اور وہ اس عظیم خدمت کو سر انجام دے۔ مقام شکر ہے اس کام کے لیے اسی قسم کی ایک شخصیت مل گئی۔ مولانا عبد الماجد دریا بادی کے بعض نظریات سے کسی شخص کو اختلاف ہو سکتا ہے مگر یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اس دور میں وہی ایک شخص ہیں جو انگریزی اور عربی سے پوری طرح واقف ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کے متعلق ایک صحیح نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔ اُن

میں تجدد پسندی کے وہ رجحانات نہیں ملتے جو ہمارے اس دور کے بعض انگریزی جاننے والوں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ قرآن پاک کی اسی تشریح کے قائل ہیں جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے جلیل القدر اصحابہ نے کی۔ اپنے اسلاف سے انہیں گہری محبت اور وابستگی ہے۔ پھر وہ ان تمام کوچوں سے نہ صرف آشنا ہیں بلکہ قریب قریب گزرے بھی ہیں جن میں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان عام طور پر بھٹک جاتے ہیں۔ اس لیے وہی اس کام کو احسن طریق سے کرنے کے اہل ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس کام کو بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ سرانجام دیا ہے البتہ اس میں بعض چیزیں تبصرہ نگار نے محسوس کی ہیں جن کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ تفسیری نوٹس میں اسرائیلیات پر بہت زیادہ اعتماد کیا گیا ہے۔ دوسرے ان نوٹس کے پڑھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مترجم کے پیشِ نظر اسلام کی مدافعت ہے اور اس وجہ سے اُن کا اندازِ بیان اکثر مقامات پر اعتذار پسندانہ اور معذرت خواہانہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس معاملے میں ہم اُن کی مجبوری کو سمجھ سکتے ہیں۔ مغربی استیلاء کے بعد جب مسلمان ایک محکوم قوم بن کر رہ گئی تو اُس کے "خوب وناخوب" کے معیار بھی مغرب سے درآمد کیے جانے لگے۔ ہر وہ چیز جسے اہلِ مغرب نے صحیح کہا وہ اُس کے نزدیک صحیح ٹھہری اور وہ چیز انہوں نے باطل قرار دیا وہ غلط ہو گئی۔ چنانچہ اس دور میں اسلام پر جتنے ممتاز لکھنے والے تھے انہوں نے نئی پود کو کفر و الحاد سے بچانے کے لیے یہی طریقہ مناسب سمجھا کہ تعلیماتِ الٰہی کو برحق ثابت کرنے کے لیے مغربی مفکرین کی آرا کو زیادہ سے زیادہ نقل کیا جائے۔ لیکن اب جبکہ مغربی تہذیب کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اور مسلمانوں کے اندر یہ احساس ابھر رہا ہے کہ وہ پیغام الٰہی کے علمبردار اور عظیم الشان روایات کے حامل ہیں اس لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ وہ مغرب سے مرعوب اور مغلوب ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احساسات کی اس نئی فضا میں وہ نوٹس جو آج سے کافی مدت پیشتر لکھے گئے تھے، کچھ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ انسان جو علمی کام بھی کرے گا۔ اس میں اپنے عہد اور حالات کا پرتو ضرور ہو گا۔ یہی حال اس تفسیر کا ہے۔ افسوس ہے کہ تاج کمپنی والوں نے اس کے